نمبر ۳ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء مطابق ۲۵ ذو الحجہ ۱۳۲۳ھ | جلد ۱۰

قرآن مجید کی اشاعت

اے بخیر بخدمت قرآن کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

میں سال گذشتہ کے آخری نمبروں میں قرآن مجید کی اشاعت کے سوال کو تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ آج میں اس مژدہ راحت افزا کے سنانے کی توفیق پاتا ہوں کہ ایک حمایل شریف اور ایک قرآن مجید کے چھاپنے کا سامان اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے پیدا کر دیا ہے منشی عبد الرشید صاحب مالک احمدی پریس میرٹھ نے اس سے پہلے ایک قرآن مجید چھاپا تھا اور حضرت حکیم الامۃ کا ترجمہ چھاپنے کا بھی انہیں از بس شوق تھا بلکہ میں سچ کہتا ہوں کہ اس شوق میں انہوں نے بہت کچھ نقصان بھی اٹھایا وہ صرف ایک سیپارہ بطور نمونہ چھاپ بھی چکے ہیں لیکن مطبع کا اجرا کام کو چاہتا ہے اور انہوں نے صرف مولوی صاحب کے ترجمہ کیخاطر مطبع کو جاری کیا تھا۔ اور حضرت مولوی صاحب ترجمہ کے متعلق بہت محتاط اور خشیت باللہ ہیں وہ جلد تر یکدم سارا ترجمہ دے نہ سکتے تھے اور منشی صاحب کو ایک ایک پارہ لیکر عرصہ تک منتظر رہنا نقصان دہ معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ پسند کیا کہ یہاں قادیان ہی میں قرآن مجید چھپ جاوے چنانچہ انہوں نے جو حمایل شریف لکھوانی شروع کی ہوئی تھی اور ۱۷ پارہ

لکھے بھی جا چکے تھے وہ کل کاپیاں مجھے عنایت کر دی ہیں تاکہ میں اسکو چھاپوں۔ ان سترہ پاروں کا متن لکھا جا چکا ہے نوٹ اور ترجمہ باقی ہے جو انشاء اللہ جلد تر لکھنا شروع ہو جائیگا۔ اور باقی حمایل منشی صاحب ممدوح جلد لکھوا کر بھیجنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ اسطرح پر اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو اسی سال مبارک میں انوار احمدیہ مشین پریس کی چھپی ہوئی حمایل شریف اور قرآن مجید دونوں شایع ہو جائیں گے انشاء اللہ العزیز۔

خط کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی حاجت نہیں وہ ایک اعلیٰ درجہ کے خوش قلم کاتب نے لکھی ہے جسکو دیکھکر ناظرین از بس محظوظ ہوں گے۔ ترجمہ کے لئے انشاء اللہ العزیز یقین ہے کہ حضرت حکیم الامۃ ہی کا ہوگا۔ اور ان کے ہی نوٹ ہوں گے۔ اگر حاشیہ نے اجازت دی تو بغیر مینس بھی جا جائیگا ورنہ اسے دوسرے اڈیشن کے لئے ملتوی کر دینا پڑیگا۔ البتہ اس کے اول میں جو فہرست مضامین لگوائی جاویگی وہ نہایت محنت اور سعی سے طیار ہوگی۔ مجھکو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ ہے اور یقیناً وہ ایسے سامان بہم پہونچا دیگا کہ بہت جلد میں اس سعادت پر فخر کر سکوں گا کہ ایک حمایل شریف چھاپنے کی مجھے توفیق ملی۔

کتابت کے کام کا جو اہم کام ہے یوں سہل ہو جانا اور چھپائی کی مشکلات کا مشین کے ذریعہ آسان بنجانا بتاتا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کا ترجمہ قادیاں سے نکلے جسپر ایک عالم کی آنکھیں لگ رہی ہیں۔ یہ کام اب روپیہ کا ہے کیونکہ کل قرآن مجید اور حمایل شریف کے لئے ایک ہی قسم کا کاغذ یکدم لے لینا ضروری ہے اور اردو ترجمہ اور نوٹوں کیلئے

ایک خوشخط کاتب بکار ہے اور ایسا ہی ۶۰ پتھر مطلوب ہونگے جنپر یہ حمایل لگی رہے ان مقاصد کے لئے سات ہزار روپیہ مطلوب ہے الحکم کے کل ناظرین اگر دو دو حمایلوں کا ہدیہ پیشدست بھیج دینے کی ہمت کریں تو تھوڑے سے ہزار سے زاید جمع ہو سکتا ہے اور یہ تمام کام باحسن وجوہ پورے ہو سکتے ہیں حمایل کا ہدیہ للعہ فی جلد ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے جو پیشگی دیدیں ورنہ بعد میں صہ پر ایک جلد ہدیہ ہوگی۔ اور قرآن مجید جسپر خود یادداشتیں لکھنے کے لئے بڑا حاشیہ سفید چھوڑا جاویگا سات روپیہ فی جلد پر ہدیہ ہوگا۔ اب سرپرستان الحکم اور احمدی برادران کی ہمت اور شوق کا اندازہ کرنا ہے کہ وہ اس کام میں مجھے کہانتک مدد دینے پر آمادہ ہیں مجھے یقین ہے کہ قرآن کریم کی محبت اور حضرت حکیم الامۃ کے ترجمہ کی عالمگیر کشش قلوب کو ہلا دیگی اور بہت جلد درخواستیں آنے لگیں گی جب دو ہزار روپیہ کی درخواستیں آجائینگی تو کام شروع کر دیا جائیگا۔ میری طرف سے اسمیں کوئی توقف اور ہرج نہیں اب اگر کوئی ہرج ہوگا اور توقف ہوگا تو اس کے لئے ناظرین الحکم ذمہ دار ہونگے۔ مبارک ہوگا وہ شخص جو اس کام میں سب سے بڑھکر مدد دیگا اور اس مبارک تحریک میں سب سے اول قدم رکھیگا۔ کیونکہ وہ الدال علی الخیر کفاعلہ کا مصداق ہوگا اے اللہ تو خود دلوں میں القا کر اور توفیق بخش کہ تیرے کلام پاک کی اشاعت کے لئے ہمیں موقعہ ملے اور اس کے سامان بہم پہونچ جاویں۔ میں نے تو صرف دو دو درخواستوں کے لئے اشارہ کیا ہے لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ ہمارے بعض مخلص مہربان دس دس جلدوں تک لینے والے بھی نکل آئیں گے۔ بہرحال یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سالانہ جلسہ پر حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر بے نظیر

مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۷ء بروز جمعہ

گزشتہ اشاعت سے آگے

کہ آتما رام نے تو ۵۰۰ روپیہ جرمانہ کرہی دیا تھا۔ کرشن جج کے سامنے جب وہ کاغذات پیش

ہندوؤں کا سلوک

ہوئے تو باوجودیکہ وہ عیسائی تھا مگر انصاف کی خاطر اس نے ـــــــ تمام دن محنت کی اور پورے غور اور فکر کے بعد کرم الدین کو بلا کر کہا۔ کہ تم لیئم کے معنے والدالزنا اور کذاب کے معنے بڑا جھوٹا کرتے ہو۔ اگر کسی کو اُلو کہا جاوے تو اُلو چھوٹا کیا اور بڑا کیا۔ جو کچھ فیصلہ آتما رام نے کیا ہے۔ وہ غلط ہے۔ ہم جرمانہ واپس کرتے ہیں۔ اگر لئیم کذاب سے بڑھ کر بھی تم کو کہا جاتا تو یہ شخص حق رکھتا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہندوؤں سے بالکل جوڑ نہ کہیں

ہندوؤں سے قطع تعلق

اگر انگریز آج یہاں سے نکل جاویں تو یہ ہندو مسلمانوں کی بوٹی بوٹی کر دیں۔ اب نتیجہ یہ ہے کہ یہ جو ہمیں نے ضالین کہا ہے تو اس سے مراد عیسائی اور پادری ہیں۔ انگریز اس سے مراد نہیں۔ کیونکہ انگریز تو اکثر ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی انجیل پڑھی ہوئی نہیں ہوتی۔ ان پادریوں پر اسلام ایک بڑا بھاری صدمہ ہے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کو وہ مغلوب نہیں کر سکتے۔

نیوگ

آریوں کا کیا ہے جن کے مذہب میں نیوگ جیسی گندی رسم موجود ہو۔ اور جن کو حکم ہو۔ کہ اولاد کی خاطر اپنی جوان اور پیاری بیوی کو غیر آدمی سے ہمبستر کرایا کرو۔ اور جو باوجود اسکے کہ خود جوان اور تندرست ہوتے ہیں اپنی پاکدامن عورت کو دوسرے نوجوانوں سے ہم بستر کرا کے دس پتروں تک اولاد حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جن کا پرمیشر ایک مکھی تو در کنار ایک ذرہ بھی پیدا نہ کر سکتا ہو۔ وہ کب کسی مذہب پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ عیسائی تو اسلام کے مقابلہ پر کسی صورت میں نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ انہوں نے ایک انسان کو جس کا باپ بھی موجود تھا۔ چار بھائی اور دو بہنیں بھی تھیں۔ اور پھر یہودیوں کے ہاتھ سے مارین بھی کھاتا پھرتا تھا۔ خدا تجویز کر لیا ہے اور اپنی نجات کے لئے اسکو لعنتی موت سے مرا ہوا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ دنیا بھر میں یہ کوئی قاعدہ نہیں۔ کہ سر درد تو ہو زید کو اور بکر اپنے سر کو پتھر مار کر پھوڑ لے اور پھر اس سے زید کی سر درد جاتی رہے سوچنا چاہیئے کہ گناہ تو کیا زید نے مگر بکر اس کی جگہ سولی چڑھے یہ کہاں کا انصاف ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ گلے پڑا ڈھول بجا رہے ہیں ورنہ ان کے دل تو اس عقیدہ سے متنفر ہیں اور اب توحید کی طرف سے توحید کی ہوا چل رہی ہے اور بہت سے لوگ اس انسان پرستی کو چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرتے جاتے ہیں۔

یہ جو ہمیں نے ضالین کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد یہی پادری لوگ ہیں جو نہ صرف خود گمراہ ہیں بلکہ اوروں کو گمراہ کرتے ہیں بھی پوری ہمت اور کوشش سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ جو حدیثوں میں دجال کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد ضالین ہی ہیں اور اگر دجال کے معنی ضالین کے نہ لئے جاویں تو ماننا پڑیگا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ضالین کا ذکر تو قرآن شریف میں کر دیا۔ بلکہ ان کے فتنۂ عظیم سے بچنے کے لئے دعا بھی سکھا دی مگر دجال کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ حالانکہ وہ ایک ایسا عظیم فتنہ تھا جس سے لکھوکہا لوگ گمراہ ہو جاتے تھے۔ غرض سچی بات یہی ہے کہ دجال اور ضالین ایک ہی گروہ کا نام ہے۔ جو لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں اور اس آخری زمانہ میں اپنے پورے زور پر ہیں اور ہر ایک طرح کے مکر اور فریب سے خلقت کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے پھرتے ہیں۔ اور چونکہ دجال کے معنی بھی گمراہ کرنے والے کے ہیں۔ اسی واسطے احادیث میں یہ لفظ ضالین کی بجائے بولا گیا ہے اور احادیث میں ضالین کی بجائے دجال کا لفظ آنیکی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ لوگ اپنی طرف سے ایک دجال بنا لیں گے اور عجیب عجیب قسم کے خیالات اس کی طرف منسوب کریں گے کہ اس کے ایک ہاتھ میں بہشت ہوگا اور ایک ہاتھ میں دوزخ اور وہ خدائی کا بھی دعویٰ کریگا اور نبوت کا بھی۔ اور اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اور اس کا ایک گدھا ہوگا جس کے کانوں میں اس قدر فاصلہ ہوگا۔ اور اس میں یہ یہ باتیں ہونگی۔ اس لئے خدا فرماتا ہے کہ وہ دجالی گروہ ضالین کا ہی ہے جو طرح طرح کے پیرایوں میں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے وعدے دیکے کر خدا تعالیٰ کی کتابوں میں تحریف تبدیل کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کے حکموں سے بالکل رو گرداں کر رہے ہیں یہاں تک کہ سور جیسی گندی چیز کو بھی حلال خیال کر رہے ہیں حالانکہ توریت میں سور خاص طور پر حرام کیا گیا ہے اور خود مسیح نے بھی کہا ہے۔ کہ سوروں کے آگے موتی مت ڈالو۔ اور ایسا ہی کفارہ جیسا گندہ مسئلہ ایجاد کر کے انہوں نے گناہوں کے لئے ایک وسیع میدان تیار کر دیا ہے۔ خواہ انسان کیسے ہی کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو مگر یسوع کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنے سے وہ سب عیب جاتے رہیں گے۔ اور انسان نجات پا جائیگا اب بتلاؤ کہ کیا صاف سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ وہی گمراہ کرنے والا گروہ ہے جسکو احادیث میں دجال اور قرآن کریم میں ضالین کر کے پکارا گیا ہے اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صحیح بخاری میں آنیوالے مسیح کی نسبت (جو کہ اسوقت آ گیا ہے) جو لکھا ہے یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ یعنی وہ صلیبوں کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنگلوں میں چوہڑوں اور چماروں کی طرح شکار کھیلتا پھرے گا اور گرجوں پر چڑھ کر صلیبیں توڑتا پھرے گا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ خنزیر نجاست کھانے والے کو کہتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ وہ نجاست جانوروں کی ہی ہو بلکہ جھوٹ اور دروغ کی جو نجاست ہے وہ سب سے گندی اور بدبودار نجاست ہے اس لئے ایسے لوگوں کا جو ہر وقت جھوٹ اور فریب سے دنیا کو گمراہ کرتے رہتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے خنزیر نام رکھا ہے۔ اور یہ جو فرمایا یکسر الصلیب تو اس کے یہ معنی نہیں کہ مسیح جب آئیگا تو پیتل تانبے اور لکڑی وغیرہ کی صلیبوں کو جو پیسے پیسے پر فروخت ہوتی ہیں توڑتا پھریگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلیبی مذہب کی بنیاد کو توڑیگا۔ اب دیکھ لو کہ ان کے مذہب کا تمام دارومدار تو عیسیٰؑ کی زندگی پر ہے۔ اور یہ نہیں کہ دوسرے انبیاء کی طرح وہ زندہ ہے بلکہ وہ ایسا زندہ ہے کہ پھر دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ اور خلقت کا فیصلہ کریگا۔ اور پھر معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں عیسیٰؑ کی زندگی کا مسئلہ کہاں سے آ گیا۔ بدقسمتی سے انہوں نے بھی عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی۔ غرض سمجھنا چاہیئے کہ عیسائیوں کے مذہب کی بنیاد تو صرف عیسیٰؑ کی زندگی ہے جب وہ مر گیا تو پھر ان کا مذہب بھی اس کے ساتھ ہی مر گیا۔ ـــ لدھانہ میں ایک دفعہ ایک پادری میرے پاس آیا اثنائے گفتگو میں میں نے اسے کہا کہ عیسیٰؑ کی موت ایک معمولی سی بات ہے اگر تم مان لو کہ عیسیٰؑ مر گیا ہے تو اس میں تمہارا حرج کیا ہے تو اس پر وہ کہنے لگا کہ کیا یہ معمولی سی بات ہے اسی پر تو ہمارے مذہب کا تمام دارومدار ہے ایسے ہی دہلی میں جب میں گیا تھا۔ تو بہت سے آدمی جمع ہو کر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ موجود ہیں اور وہی دوبارہ آئیں گے میں نے ان سے کہا کہ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ سوائے اس کے کہ کئی ہزار آدمی مرتد ہو گئے اور اس بات کا نتیجہ ہی کیا نکلا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے تب

نتیجہ دیکھو

میں نے کہا کہ اچھا اس نسخہ تو آپ لوگوں نے تجربہ کیا ہے۔ یہ تو غلط نکلا۔ اب ہمارا نسخہ بھی چند روز استعمال کر کے دیکھ لو کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اس پر ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا کہ اسلام کی سچی خیرخواہی جیسی آپ کر رہے ہیں اور کوئی نہیں کر رہا۔ آپ بڑی خوشی سے اپنے کام میں لگے رہیں۔ غرض مسلمانوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ بات بات میں پیچھے۔ جگہ جگہ پر شکست۔ ان کے نزدیک ہمارے نبی کریم صلعم تو فوت ہو گئے ہیں۔ مگر عیسیٰ زندہ ہیں اور نعوذ باللہ ہمارے نبی کریم صلعم تو مس شیطان سے پاک نہیں تھے۔ مگر عیسیٰؑ پاک تھا اور پھر

مسلمانوں کی حالت

بے باپ تھا تو عیسیٰؑ پرندوں کا خالق تھا تو عیسیٰ مردے زندہ کرتا تھا تو عیسیٰؑ آسمان پر چڑھ گیا

تسلیم پھر دوبارہ نازل ہوگا تو عیسیٰ ؑ اب بتلاؤ سوائے مرتد ہونے کے اسکا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؛

غرض عیسیٰ ؑ کی زندگی مرتد کرنے کا آلہ ہے۔ جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہین۔ تو وہ ایسی ایسی باتین ہی سن کر ہو جایا کرتے ہین جن کا مین ذکر کر چکا ہون۔ ایک دفعہ بشپ صاحب لاہور مین لیکچر دے رہے تھے اور اس قسم کی

ہمارے مفتی صاحب اور بشپ

باتین پیش کرتے تھے کہ محمد (صلعم) صاحب تو فوت ہو چکے ہین اور ان کی مدینہ مین قبر موجود ہے گر یسوع مسیح کی نسبت خود مسلمان بھی مانتے ہین کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہین وغیرہ وغیرہ اور پھر کہتے تھے کہ مسلمانون تم خود منصف بن کے دیکھ لو۔ کہ آیا یہ باتین سچی ہین۔ یا نہین؛ تب ہمارے مفتی محمد صادق صاحب آگے بڑھے اور بشپ صاحب کو کہنے لگے کہ بتاؤ یہ باتین قرآن شریف مین کہان لکھی ہین۔ کہ ہمارے نبی کریم صلعم تو مر گئے ہین۔ اور عیسیٰ ؑ آسمانون پر زندہ ہین؟ قرآن مجید مین تو صاف طور پر عیسیٰ ؑ کی موت لکھی ہے۔ اور آیت فلما توفیتنی اسی بات کی شہادت دے رہی ہے۔ کہ عیسیٰ فوت ہو چکے ہین۔ تب بشپ صاحب سے اور تو کچھ بن نہ آیا۔ گھبرا کر کہنے لگے "معلوم ہوتا ہے کہ تم مرزائی ہو" پھر اس کے بعد لوگ جو وعظ سن رہے تھے باہر آکر کہنے لگے کہ مرزائیون تو قرآن کی عزت رکھ لی ہے"۔ غرض یاد رکھنا چاہیے۔ کہ جسکا اللہ تعالیٰ اقبال دیتا ہے۔ تو ہتھیار

مرزائیون کے ہاتھ مین عزت

بھی ساتھ ہی دیتا ہے۔ دیکھو جسمانی طور پر آج کل یورپ ہی کا بول بالا ہے گر ہر ایک قسم کے عجیب ہتھیار بھی تو . . .

یورپ اور سلطان روم

. . . . یورپ والون نے ہی تیار کر رکھے ہین۔ یہان تک کہ اگر سلطان روم کو بھی کسی ہتھیار کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ بھی انہین سے خریدتا ہے اسی طرح روحانی ہتھیار اب ہمارے ہاتھ مین ہین۔ اور جس کے ہاتھ مین ہتھیار نہین وہ غلبہ کس طرح پا سکتا ہے۔ اب تم لوگ جہان جاؤ گے کہو گے کہ عیسیٰ مر گیا

روحانی ہتھیارون کے مالک

اور اس کی وفات قرآن مجید مین موجود احادیث صحیحہ مین موجود ہے نبی کریم صلعم نے گواہی دی کہ مین نے معراج کی رات کو حضرت عیسیٰ کو مردون مین دیکھا اور خود مر کر دکھلایا۔ کہ مجھ سے پہلے جتنے نبی آتے رہے ہین وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہین اور ایسی کئی قسم کے اور بھی چمکتے ہوئے دلائل خدا تعالےٰ نے تم لوگون کے ہاتھون مین دے دیئے ہین جن کو سن کر مخالفون کا ناک مین دم آتا ہے۔ اصل مین مسلمانون نے اسلام کے ضعف کو سمجھا ہی نہین ہے۔ ایک

ایک مرتد

شخص (عبد الحکیم) ہے جو بیس برس تک میرا مرید رہا ہے اور ہر طرح سے میری تائید کرتا رہا ہے۔ اور میری سچائی پر اپنی خوابین سناتا رہا ہے۔ اب مرتد ہو کر اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اس نے میری طرف منسوب کرکے کانا دجال رکھا ہے لیکن اصلی بات یہ ہے کہ اس کو اس بات کی خبر ہی نہین ہے کہ اسلام کا کیا حال ہو رہا ہے جن لوگون کے دھوکون اور فریبون سے آئے دن لوگ اسلام سے مرتد ہو رہے ہین وہ تو اس کے نزدیک دجال نہین ہین اور ان کا ذکر تک بھی اپنی کتابون مین نہین کرتا ہے جو اسلام کا زندہ چہرہ دکھا رہا ہے اور تازہ بتازہ نشانون سے اس کی تائید کر رہا ہے اور ہر طرح سے اسلام کی مدد کر رہا ہے اور دشمنان اسلام کا دندان شکن جواب دے رہا ہے وہ اس کی نظر مین دجال ہے۔ سو سمجھنا چاہیے کہ صفائی ذہن بھی تو آخر تقویٰ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اسی واسطے

صفائی ذہن اور تقویٰ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین۔

یعنی یہ کتاب انہین کو ہدایت نصیب کرتی ہے۔ جو تقویٰ اختیار کرتے ہین۔ اور جن مین تقویٰ نہین وہ تو اندھے ہین۔ اگر کوئی پاک نظر سے اور خدا کا خوف کرکے اس کو دیکھتا ہے۔ تب تو اس کو سب کچھ اس مین سے نظر آجاتا ہے اور اگر ضد اور تعصب کی پٹی آنکھون پر باندھی ہوئی ہے تو وہ اس مین سے کچھ بھی نہین دیکھ سکتا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ دجال اصل مین شیطان کے مظہر کو کہتے ہین جس کے معنی ہین راہ ہدایت سے گمراہ کرنے والا لیکن آخری زمانہ کی نسبت پہلی کتابون مین لکھا ہے کہ اس وقت شیطان کے ساتھ بہت جنگ ہونگے لیکن آخر کار شیطان مغلوب ہو جائے گا۔ گو ہر نبی کے زمانہ مین شیطان مغلوب ہوتا رہا ہے مگر وہ صرف فرضی طور پر تھا حقیقی طور پر اس کا مغلوب ہونا مسیح کے ہاتھون سے مقدر تھا۔ اور خدا تعالےٰ نے یہان تک غلبہ

مسیح کی فتح شیطان پر

کا وعدہ دیا ہے۔ کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمہ۔ فرمایا ہے کہ تیرے حقیقی تابعدارون کو بھی دوسرون پر قیامت تک غالب رکھون گا۔ غرض شیطان اس آخری زمانہ مین پورے زور سے جنگ کر رہا ہے مگر آخری فتح ہماری ہی ہوگی۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو اور تمہارے نزدیک یہ ایک معمولی سی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ مر چکے ہین۔ اور اس بات مین تم نے ہر طرح سے فتح بھی حاصل کر لی ہے۔ مگر شیطان کا مرنا ابھی باقی ہے کیونکہ مین دیکھتا ہون۔ کہ اس کا بہت سا تسلط ابھی تم لوگون پر باقی ہے

شیطان کا تسلط

اکثر لوگ یہان سے بیعت کر جاتے ہین۔ اور گھر مین پہنچ کر ایک خط ارتداد کا لکھ دیتے ہین۔ اور اسکی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ کوئی مولوی انہین مل جاتا ہے جو طرح طرح کی باتین سنا کر اور ہم پر قسم قسم کے جھوٹے الزام قایم کرکے ان کو پھسلا دیتا ہے اور چونکہ ان لوگون مین بھی شیطان کا بہت سا حصہ باقی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ شیطان سیرت لوگون کے پھندون مین بہت جلد پھنس جاتے ہین چونکہ اپنے دعوے کے متعلق کتاب حقیقۃ الوحی مین مین بہت کچھ بیان کر چکا ہون اور تم اس کو پڑھ بھی چکے ہو اس لئے اگر مین اس کے متعلق کچھ بیان کرون تو تقریر کا سلسلہ لمبا ہو جائیگا۔ سو اس وقت تم لوگون کو شیطان کی وفات کا مسئلہ یاد کر لینا چاہیے حضرت عیسیٰ ؑ کی جو ایک فرضی حیات مانی ہوئی تھی اس کو مارنے مین تو تم لوگ کامیاب ہو گئے ہو۔ مگر شیطان کا مرنا ابھی باقی ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا مارنا صرف اسی قدر نہین ہے

شیطان کا مارنا باقی ہے

کہ صرف زبان سے ہی کہہ دیا جاوے کہ شیطان مر گیا ہے۔ اور وہ مر جاوے۔ بلکہ تم لوگون کو عملی طور پر دکھانا چاہیئے کہ شیطان مر گیا ہے شیطان کی موت قال سے نہین بلکہ حال سے ظاہر کرنی چاہیے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ آخری مسیح کے زمانہ مین شیطان بالکل مر جائے گا۔ گو شیطان ہر ایک انسان کے ساتھ ہوتا ہے مگر ہمارے نبی کریم صلعم کا شیطان مسلمان ہو گیا تھا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ کہ اس زمانہ مین شیطان کی بالکل بیخکنی کر دی جائے گی

شیطان لاحول سے بھاگتا ہے۔

یہ تو تم لوگ جانتے ہی ہو کہ شیطان لاحول کہنے سے بھاگتا ہے؟ اس طرح سے تو خواہ سو دفعہ لاحول پڑھا جاوے وہ نہین بھاگے گا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جن کے ذرہ ذرہ مین لاحول سرایت کر جاتا ہے اور جو ہر وقت خدا تعالےٰ سے ہی مدد اور استعانت طلب کرتے رہتے ہین اور اسی سے ہی فیض حاصل کرتے رہتے ہین وہ شیطان سے بچائے جاتے ہین اور وہی لوگ ہوتے ہین جو فلاح پانیوالے ہوتے ہین مگر یاد رکھو کہ یہ جو خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کی ابتدا بھی دعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دعا

قرآن مجید کی ابتدا اور انتہا دعا پر

پر ہی کیا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہین سکتا اور جب تک خدا تعالےٰ سے مدد اور نصرت نہ ملے یہ نیکی مین ترقی کر ہی نہین سکتا۔ ایک حدیث مین آیا ہے کہ سب مردے ہین مگر جس کو خدا زندہ کرے اور سب گمراہ ہین مگر جس کو خدا ہدایت دے اور سب اندھے ہین مگر جس کو خدا بینا کرے۔ غرض یہ سچی بات ہے کہ جب تک خدا کا فیض حاصل نہین ہوتا تب تک دنیا کی محبت کا طوق گلے کا ہار رہتا ہے اور وہی اس سے خلاصی پاتے ہین جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا کا فیض بھی دعا سے ہی شروع ہوتا ہے۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ دعا صرف زبانی بک بک کا نام ہے بلکہ دعا ایک قسم کی موت

دعا کی حقیقت

ہے جس کے بعد زندگی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ پنجابی مین ایک شعر ہے۔

جو منگے سو مر رہے۔ جو مرے سو منگن جا۔

دعا میں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے وہ فیض اور فضل کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ کیا دعا ہے کہ منہ سے تو اھدنا الصراط المستقیم کہتے رہے اور دل میں خیال رہا کہ فلاں سودہ اس طرح کرنا ہے

وساوس اور نماز

فلاں چیز رہ گئی ہے۔ یہ کام یوں چاہیے تھا اگر اس طرح ہو جائے تو پھر یوں کریں گے یہ تو صرف عمر کا ضایع کرنا ہے جب تک انسان کتاب اللہ کو مقدم نہیں کرتا اور اسی کے مطابق عمل درآمد نہیں کرتا۔ تب تک اس کی نمازیں محض وقت کا ضایع کرنا ہے۔ قرآن مجید میں تو صاف طور پر لکھا ہے۔ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (پارہ اٹھارہ سورہ مومنون) یعنی جب دعا کرتے کرتے انسان کا دل پگھل جائے اور آستانہ الوہیت پر ایسے خلوص اور صدق سے گر جاوے کہ بس اسی میں محو ہو جاوے

دین اور دنیا

اور سب خیالات کو مٹا کر اسی سے فیض اور استعانت طلب کرے اور ایسی یکسوئی حاصل ہو جاوے کہ ایک قسم کی رقت اور گداز پیدا ہو جاوے۔ تب فلاح کا دروازہ کھل جاتا ہے جس سے دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے کیونکہ دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں رہ سکتیں جیسے لکھا ہے

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں۔
ایں خیال است و محال است و جنوں۔

اسی لئے اس کے بعد ہی خدا فرماتا ہے۔ والذین ھم عن اللغو معرضون۔ یہاں لغو سے مراد دنیا ہے یعنی جب انسان

مومنوں کے اوصاف

کو نمازوں میں خشوع اور خضوع حاصل ہونے لگ جاتا ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت اس کے دل سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ پھر وہ کاشتکاری تجارت نوکری وغیرہ چھوڑ دیتا ہے بلکہ وہ دنیا کے ایسے کاموں سے جو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں اور جو خدا سے غافل کر دیتے ہیں اعراض کرنے لگ جاتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی گریہ وزاری اور تضرع اور ابتہال اور خدا کے حضور عاجزی کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص دین کی محبت کو دنیا کی محبت حرص لالچ اور عیش و عشرت سب پر مقدم کر لیتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ ایک نیک فعل دوسرے نیک فعل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ایک بد فعل دوسرے بد فعل کی ترغیب دیتا ہے۔ جب وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کرتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبعًا وہ لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اس گندی دنیا سے نجات پا جاتے ہیں۔ اور اس دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو کر خدا کی محبت ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ھم للزکوٰۃ فاعلون۔ یعنی وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یہ ایک نتیجہ ہے عن اللغو معرضون کا۔ کیونکہ جب دنیا سے محبت ٹھنڈی ہو جائیگی تو اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہ خدا کی راہ میں خرچ کریں گے۔ اور خواہ قارون کے خزانے بھی ایسے لوگوں کے پاس جمع ہوں۔ وہ پرواہ نہیں کرینگے اور خدا کی راہ میں دینے سے نہیں ہچکچیں گے۔ ہزاروں آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے یہانتک کہ ان کی قوم کے بہت سے غریب اور مفلس آدمی تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں مگر وہ ان کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک چیز پر زکوٰۃ دینے کا حکم ہے یہاں تک کہ زیور پر بھی ہاں جواہرات وغیرہ چیزوں پر نہیں۔ اور جو امیر نواب اور دولتمند لوگ ہوتے ہیں ان کو حکم ہے۔ کہ وہ شرعی احکام کے بموجب اپنے خزانوں کا حساب کر کے زکوٰۃ دیں لیکن وہ نہیں دیتے اس لئے خدا فرماتا ہے کہ عن اللغو معرضون کی حالت تو ان میں تب پیدا ہو گی جب وہ زکوٰۃ بھی دیں گے۔ گویا زکوٰۃ کا دینا لغو سے اعراض کرنے کا ایک نتیجہ ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ والذین ھم لفروجھم حافظون یعنی جب وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع خضوع کریں گے لغو سے اعراض کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنی سوراخوں کی حفاظت کریں گے۔ کیونکہ جب ایک شخص دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے اور اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ کسی اور کے مال کو ناجائز طریقہ سے کب حاصل کرنا چاہتا ہے اور کب چاہتا ہے کہ میں کسی دوسرے کے حقوق کو دبا لوں۔ اور جب وہ مال جیسی عزیز چیز کو خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ تو پھر آنکھ ناک کان زبان وغیرہ کو غیر محل پر کب استعمال کرنے لگا۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب ایک شخص اول درجہ کی نیکیوں کی نسبت اس قدر محتاط ہوتا ہے تو ادنےٰ درجہ کی نیکیاں خود بخود عمل میں آتی جاتی ہیں۔ مثلاً جب خشوع خضوع سے دعا مانگنے لگا تو پھر اس کے ساتھ ہی لغو سے بھی اعراض کرنا پڑا اور جب لغو سے اعراض کیا تو پھر زکوٰۃ کے ادا کرنے میں دلیر ہونے لگا۔ اور جب اپنے مال کی نسبت وہ اس قدر محتاط ہو گیا تو پھر غیروں کے حقوق چھینے سے بدرجہ اولیٰ بچنے لگا۔ اس لئے اس کے آگے فرمایا والذین ھم لامٰنٰتھم و عھدھم راعون۔ کیونکہ جو شخص دوسرے کے حق میں دست اندازی نہیں کرتا اور جو حقوق اس کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرتا ہے اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے عہدوں کا پکا ہو اور دوسرے کی امانتوں میں خیانت کرنے سے بچنے والا ہو۔ اس لئے بطور نتیجہ کے فرمایا کہ جب ان لوگوں میں یہ وصف پائے جاتے ہوں گے تو پھر لازمی بات ہے کہ وہ اپنے عہدوں کے بھی پکے ہوں۔ پھر ان سب باتوں کے بعد فرمایا۔

والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون یعنی ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور کبھی ناغہ نہیں کرتے۔ اور انسان کی پیدایش کی اصل غرض بھی یہی ہے کہ وہ نماز کی حقیقت سیکھے جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ غرض یاد رکھنا چاہیے کہ نماز ہی وہ شئے ہے جس

انسانی پیدائیش کی اصلی غرض

سے سب مشکلات آسان ہو جاتے ہیں اور سب بلائیں دور ہوتی ہیں۔ مگر نماز سے وہ نماز مراد نہیں جو عام لوگ رسم کے طور پر پڑھتے ہیں۔ بلکہ وہ نماز مراد ہے جس سے انسان کا دل گداز ہو جاتا ہے اور آستانہ احدیث پر گر کر ایسا محو ہو جاتا ہے کہ پگھلنے لگتا ہے اور پھر یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ نماز کی حفاظت اس واسطے نہیں کی جاتی کہ خدا کو ضرورت ہے۔ خدا کو ہماری

اللہ تعالےٰ غنی ہے

نمازوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تو غنی العالمین ہے اس کو کسی کی حاجت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ضرورت ہے اور یہ ایک راز کی بات ہے کہ انسان خود اپنی بھلائی چاہتا ہے اور اسی لئے وہ خدا سے مدد طلب کرتا ہے کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ انسان کا خدا سے تعلق ہو جانا حقیقی بھلائی کا حاصل کر لینا ہے ایسے شخص کی اگر تمام دنیا دشمن ہو جائے اور اسکی ہلاکت کے درپے رہے تو اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ اور خدا تعالےٰ کو ایسے شخص کی خاطر اگر لاکھوں کروڑوں انسان بھی ہلاک کرنے پڑیں تو کر دیتا ہے اور اس ایک کی بجائے لاکھوں کو فنا کر دیتا ہے۔ یاد رکھو یہ

حقیقی نماز

نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی لیکن اکثر لوگ جو نماز پڑھتے ہیں تو وہ نماز ان پر لعنت بھیجتی ہے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون یعنی لعنت ہے ان نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے ہی بے خبر ہوتے ہیں۔ نماز تو وہ چیز ہے کہ انسان اسکے پڑھنے سے ہر ایک طرح کی بدعملی اور بے حیائی سے بچایا جاتا ہے۔ مگر جیسے کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس طرح کی نماز پڑھنی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اور یہ طریق خدا کی مدد اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور جب تک انسان دعاؤں میں نہ لگا رہے اس طرح کا خشوع اور خضوع پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے چاہیئے کہ تمہارا دن اور تمہاری رات غرض کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو۔ یاد رکھو کہ بہت سخت دن آنے والے ہیں جن میں

آنیوالے دن

دنیا کو خطرناک شدائد اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا خدا تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب سخت وبائیں اور طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی ظاہر ہونے والی ہیں۔ اور ایک شدید زلزلہ کی بھی خبر دے رکھی ہے جو کہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور جسکی نسبت خدا تعالےٰ نے بغتۃً فرمایا ہے یعنی وہ زلزلہ ناگہانی طور پر آ جائے گا۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی ڈراؤنی خبریں خدا تعالےٰ نے دے رکھی ہے اگر تمہیں ان باتوں کا پتہ ہو جائے جو میں دیکھ رہا ہوں تو سارا سارا دن اور ساری ساری رات خدا تعالےٰ کے آگے روتے رہو۔ دیکھو ابھی ایک مہینہ میں ہی تین زلزلے آ چکے ہیں اور یہ سب بطور پیش خیمہ کے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں

سنت اللہ کا نظارہ

پہلے تو ٹڈیوں جوؤں اور مینڈکوں وغیرہ کے عذاب ہی آتے رہے ہیں۔ اور مخالفوں نے ان کو ایک قسم کا تماشا سمجھ رکھا تھا اور اسکی اصل وجہ یہ تھی۔ کہ ان بدبختوں کو یہ خبر نہ تھی کہ ایک وہ معجزہ بھی ظاہر ہوگا۔ جب کہ۔ اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی

آمنت بہ بنو اسرائیل ؔ بھی کہنا پڑیگا۔ سو اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھو کہ اگر ابتدائی منذرات کو عبرت کی نظر سے دیکھوگے اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر استغفار لاحول اور دوسرے نیک کاموں میں مشغول ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا لیکن

ابتدائی منذرات

جو بے پرواہی سے کام لیتا ہے تو آخر کار جب وہ وقت آ جائے گا تو اس وقت رونے چلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور آخرکار بڑی ذلت اور نامرادی سے ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑیگا۔ اور پھر جس دنیا کے لئے دین سے منہ موڑا تھا اس کو بھی بڑی حسرت سے چھوڑنا پڑیگا۔ دیکھو طاعون بھی آنیوالی ہے۔ دنیا کہتی ہے کہ اب تو دور ہو گئی ہے اور اس کا دورہ ختم ہو گیا ہے مگر خدا کہتا ہے کہ عنقریب ایسی طاعون پھیلنے والی ہے۔ جو پہلے کی نسبت نہایت ہی سخت ہوگی۔ اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک سخت وبا پھیلے گی جس کا

طاعون اور وبا

کوئی نام بھی نہیں رکھ سکتے۔ لیکن ان سب باتوں کے بعد میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں سمندروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اگر وہ شدید العقاب ہے تو غفور الرحیم بھی تو ہے۔ جو شخص توبہ کرتا اور استغفار اور لاحول میں مشغول ہو جاتا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کر لیتا ہے تو وہ ضرور بچایا جاتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جو عذاب آنے سے پہلے ڈرتے ہیں اور خدا کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ اس وقت ضرور بچائے جاتے ہیں جب کہ عذاب اچانک آ دباتا ہے لیکن جو اس وقت روتے اور آہ وزاری کرتے ہیں جب کہ عذاب آ پہنچتا ہے

اجماعی مسئلہ

اور اس وقت گڑگڑاتے اور توبہ کرتے ہیں جب کہ ہر ایک سخت سے سخت دل والا بھی لرزاں اور ترساں ہوتا ہے۔ تو وہ بے ایمان ہیں۔ وہ ہرگز نہیں بچائے جاتے۔ یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کتنے آدمی ہیں جو سچے دل سے ان باتوں کو مانتے ہیں۔ مگر میں پھر بھی وہی کہتا ہوں۔ کہ یہ دن جو آنیوالے ہیں۔ تو یہ نہایت سخت ہیں۔ لوگوں کی بد اعتقادیوں اور بد عملیوں نے خدا کے غضب کو بھڑکا دیا ہے۔ تمام نبیوں نے اس زمانہ کی نسبت پہلے ہی سے خبر دے رکھی ہے۔ کہ اس وقت ایک

مری کا پڑنا

مری پڑیگی۔ اور کثرت سے اموات ہونگی۔ اور پھر حدیثوں میں لکھا ہے۔ کہ جہاں تک خدا کے مسیح کی نظر پہنچ سکے گی۔ کافر تباہ اور ہلاک ہوتے جائیں گے۔ یہ بھی بالکل سچی بات ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس پر اس کی نظر پڑیگی۔ وہی تباہ ہوتا جائیگا۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو اس کی نظر میں نشانہ بنیں گے وہ تباہ اور ہلاک ہوتے جائیں گے لیکن سو تمام دنیا نشانہ بن رہی ہے۔ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی تمام جن اور انسان صرف اسی واسطے پیدا کئے گئے تھے کہ وہ خدا کی معرفت میں ترقی کریں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکموں پر چلیں مگر اب تم خود

بے دینی کا پھیلنا

سوچ لو۔ کہ کتنے لوگ ہیں۔ جو دینداری سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم کر رہے ہیں۔ تم خود کسی بڑے شہر مثلاً کلکتہ۔ دہلی پشاور اور لاہور امرتسر وغیرہ کے چوک میں کھڑے ہو کر دیکھ لو ہزاروں لاکھوں لوگ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کی یہ سب دوڑ دھوپ محض دنیا کے لئے ہوتی ہے آپکو بہت تھوڑے ایسے ملیں گے جو دین کے کام میں ایسی سرگرمی سے مشغول ہوں۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دنیا کی خاطر بڑے بڑے مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر دین میں نہایت بودے پائے جاتے ہیں۔ ایک ذرا سے ابتلا پر جھوٹ جیسی نجاست کو کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کن کن حیلوں سے کام لیتے ہیں۔ کہ گویا خدا ہی نہیں۔ انسان جتنی فکریں اپنی بیوی کو خوش کرنے اور اس کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے مارتا ہے۔ اگر خدا کی راہ میں اتنی

دنیا کی جدوجہد

کوشش کرے تو کیا وہ خوش نہ ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ مگر کوئی کوشش کر کے بھی دیکھے۔ اگر ایک کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تو محض ایک بچہ کی خاطر وہ کیسی کیسی سختیاں جھیلتا ہے اور کس طرح کے وسائل اور تدابیر سے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہاں کہاں خوار ہوتا پھرتا ہے۔ گویا خدا اس کے نزدیک ہے ہی نہیں۔ غرض یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان جب اپنی زندگی کی اس غرض سے غافل ہو جاتا ہے۔ تو

غفلت

پھر وہ اسی قسم کے دھندوں اور بکھیڑوں میں سرگرداں اور مارا مارا پھرتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ جتنی جلدی اس سے ہو سکے خدا سے اپنا تعلق قایم کرے جب تک اس کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ تب تک کچھ نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر انسان آہستہ آہستہ خدا کی طرف جاتا ہے تو خدا جلدی سے اس کی طرف آتا ہے اور اگر انسان جلدی سے اس کی راہ میں ترقی کرتا ہے تو خدا دوڑ کر اسکی طرف آتا ہے۔ لیکن اگر بندہ خدا لاپرواہ بن جائے اور غفلت اور سستی سے کام لے پھر اس کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ سورہ کہف جس کو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں میں دیکھ رہا تھا۔ تو جب میں نے اس قصہ کو غور سے پڑھا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ اسمیں بعینہٖ اسی زمانہ کا حال درج ہے۔ جیسے لکھا ہے کہ جب اس نے سفر کیا تو ایسی جگہ پہنچا جہاں

سورہ کہف

کہ اسے معلوم ہوا۔ کہ سورج کیچڑ میں ڈوب گیا ہے۔ اور یہ اس کا مغربی سفر تھا۔ اور اس کے بعد پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس پہنچتا ہے۔ جو دھوپ میں ہیں اور جن پر کوئی سایہ نہیں۔

پھر ایک تیسری قوم اسے ملتی ہے۔ جو یاجوج ماجوج کے حالات بیان کر کے اس سے حمایت طلب کرتی ہے۔ اب مثالی طور پر تو خدا نے یہی بیان کیا ہے لیکن ذوالقرنین تو اس کو کہتے ہیں جس نے دو صدیاں پائی ہوں۔ اور ہم نے دو صدیوں کو اس قدر لیا ہے کہ اعتراض کا موقع ہی نہیں رہتا۔ میں نے ہر صدی پر دو صدیوں سے حصہ لیا ہے۔ تم خود حساب کر کے دیکھ لو۔ اور یہ جو قرآن میں قصص پائے جاتے ہیں۔ تو یہ صرف قصہ کہانیاں نہیں بلکہ یہ عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں جو شخص ان کو صرف قصے کہانیاں سمجھتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ غرض اس حساب سے تو مجھے بھی ذوالقرنین ماننا پڑیگا۔ اور آئمہ دین

مسیح موعود ذوالقرنین ہے

میں سے بھی ایک نے ذوالقرنین سے مسیح مراد لیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے اس قصہ میں مغربی اور مشرقی دو قوموں کا ذکر کیا ہے۔ مغربی قوم سے مراد تو وہ لوگ ہیں جن کو انجیل یا دیگر صحیفہ جات کا صاف شفاف پانی دیا گیا تھا۔ مگر وہ روشن تعلیم انہوں نے ضایع کر دی۔ اور اپنے پاس کیچڑ اور گند باقی رہنے دیا۔ اور مشرقی قوم سے وہ مسلمان لوگ مراد ہیں۔ جو امام کے سایہ کے نیچے نہیں آئے اور دھوپ کی شعاؤں سے جھلسے جا رہے ہیں۔ لیکن ہماری جماعت بہت خوش نصیب ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمائی لیکن یہ

احمدیوں کی خوش نصیبی

ابھی ابتدائی حالت ہے میں خوب جانتا ہوں۔ کہ ابھی بہت سی کمزوریاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا (پ ۳۰ ع ۱۶) جس کا مطلب یہ ہے کہ نجات پا گیا۔ وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور خائب اور خاسر ہو گیا۔ وہ شخص جو اس سے محروم رہا۔ اس لئے اب تم لوگوں کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ تزکیہ نفس کس کو کہا جاتا ہے۔ سو یاد رکھو کہ ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہیئے اور جیسے زبان سے خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک سمجھتا ہے۔ ویسے ہی عملی طور پر اسکو دکھانا چاہیئے۔ اور اس کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور ملائمت سے پیش آنا چاہیئے

حقوق اللہ اور حقوق العباد

اور اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور دوسروں کی غیبت کرنے سے بالکل الگ ہو جانا چاہیئے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ ابھی دور ہے۔ کہ تم لوگ خدا کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ بس اسی کے ہو جاؤ۔ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ۔ ابھی تو تم لوگ خلق کے حقوق کو بھی کما حقہٗ ادا نہیں کرتے۔ بہت سے ایسے ہیں جو آپس میں فساد اور دشمنی رکھتے ہیں۔ اور اپنے سے کمزور اور غریب شخصوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ اور بدسلوکی سے پیش آتے ہو۔ اور ایک دوسرے کی غیبتیں کرنے اور اپنے دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم آپس میں ایک وجود کی طرح بن جاؤ۔

باقی آئندہ۔

ہم نے جناب مسیح موعود علیہ السلام کو کیا دیکھکر قبول کیا؟

یہ سوال جس کو ہم نے عنوان مضمون ہذا میں لکھا ہے کوئی نیا سوال نہیں ہے بلکہ بہت ہی پرانا ہے یا یوں سمجھو کہ جب سے نبوت کا سلسلہ جاری ہوا ہے تب سے یہ سوال بھی ساتھ ساتھ منکرین سلسلہ نبوت مومنین سلسلہ نبوت سے کرتے آئے ہیں جس کا کہ اپنے اپنے طریق اور مذاق کے مطابق ہر ایک ایسا فرد جواب دیا کرتا ہے کہ جس نے خدا کے کسی راست باز کے دعوے کے آگے سر تسلیم خم کیا ہوتا ہے خواہ وہ جواب معاندین و مخالفین کے دماغ میں قبولیت کا درجہ پاوے یا نبوت کے دعوے کی طرح رد و انکار کی نظر سے دیکھا جاوے اور قابل التفات خیال نہ کیا جاوے چونکہ اس سوال کو سنت اللہ میں جگہ مل گئی ہے اس لئے یہ امر ضروری اور لابدی تھا کہ خدا تعالے نے اس زمانہ میں جو نبوت کے سلسلے کی تصدیق کے لئے اور تمام راست بازوں کی عموماً اور حضرت نبی کریم رؤف الرحیم رحمۃ للعالمین کی صداقت ثابت کرنے کے لئے خصوصاً جو سلسلہ احمدیہ قائم کیا ہے اس کے پیروؤں سے بھی اُن کے سید و مولا پر ایمان لانے کی وجہ میں اور سوالات کے علاوہ یہ سوال بھی پیش کیا جاتا تاکہ منہاج نبوت کے سلسلے میں خدا کے راست باز اور مسیح صادق کے لئے کوئی کمی نہ رہ جائے اس لئے گاہ بگاہ ہم سے بھی ہمارے ایسے واقف حضرات یہ سوال کرتے رہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں کہ جن کو خدا کے مسیح سے بیجا پرخاش اور ازلی کینہ ہے۔ مگر ہماری سمجھ میں یہ امر ہرگز نہیں آتا یا یوں سمجھو کہ ہمارا اس قسم کا دماغ واقع ہوا ہے کہ وہ اس کے سمجھنے سے سخت درجہ پر عاری ہے کہ بیجا پرخاش سے فائدہ کیا ہے؟ اور وجہ کیا ہے کہ جس وقت ہماری زبان سے "سیدنا میرزا صاحب" سنا جاتا ہے تو آگ بگولا ہو جاتے ہیں گویا کہ میرزا صاحب کا نام لینا ہی جس میں جنگ لگانیوالا معاملہ ہے ہم نے بارہا کئی ایسے حضرات سے یہ بھی گذارش کی کہ بھائی! اپنی اپنی سمجھ ہی تو ہے نا۔ اس میں آپ کا کیا حرج آپ کو رنج و غم کرنے کی کیا ضرورت اگر ہم نے میرزا صاحب کے قبول کرنے میں ظلم کیا جور کیا گناہ کیا ہے تو تمہاری بلا سے گمراہ ہوئے تو ہم ہوئے ظالم ہوئے تو ہم ہوئے تمکو رنج و غم کرنے اور دل کو جلانے سینے کو آگ کرنے سے کیا حاصل! ہماری سمجھ میں تو یہی آیا ہے کہ اس زمانے میں میرزا صاحب کے سوا اسلام کا سمجھنے والا اسلام کے لئے غیرت رکھنے والا اسلام کی آن کا فدا اسلام کی اور نبی کریم کی حقیقی اور سچی زندگی ثابت کرنے والا سوائے میرزا صاحب کے کوئی نہیں ہم کو یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ مراد آباد کی اُس سرائے میں جو اسٹیشن کے سامنے ہے ہم سے ایک حضرت نے مل کر میرزا صاحب کا ذکر کرتے ہوئے دریافت کیا تھا کہ آپ اُنکو کیسا سمجھتے ہیں تو اُس وقت ہماری زبان سے بیساختہ یہی کلمہ نکلا تھا کہ "ہم میرزا صاحب کو اسلام کی جان سمجھتے ہیں" ہمارے مخاطب یہ کلمہ سنکر ہنس پڑے تھے جیسے ہمکو یہ خیال گذرا تھا کہ یہ کوئی کٹر اور سیاہ مخالف ہے مگر تھوڑی سی اور گفتگو کے بعد معلوم ہوا تھا کہ وہ ہمارے سلسلہ عالیہ کے ایک درخشندہ رکن تھے۔ غرض کہ میرزا صاحب کے متعلق علاوہ مذکورہ بالا یقین کے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام کا بول بالا اُس نے کیا اور کئی میدانوں میں کیا۔ اگر باوجود ایسی خدمات کرنے کے میرزا صاحب کافر ہیں تو ہم کو کٹر کافر خیال کر لیجیئے اور ہمارا پیچھا چھوڑیئے ہم باز آئے تمہاری اس عنایت سے اور ہمدردی سے کہ ہمدرد اسلام و بنی نوع انسان کے سچے بہی خواہ کو کافر بناتے ہو اُس کا نام دجال رکھتے ہو مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر فی الواقع اسی قسم کے دجالوں کے آنے کا ذکر ہے تو یہ اسلام کی خوش قسمتی پر دال ہے اس لئے آپ کو تکفیر کرنیکا ناگوار بوجھ برداشت کرنا ہرگز ہرگز زیبا نہ تھا۔ ہم نے جو میرزا صاحب کو قبول کیا ہے تو بھیڑ چال طریقہ پر ہرگز نہیں قبول کیا ہے بلکہ علے وجہ البصیرت قبول کیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اگر ہم بھیڑ چال کے شیدائی ہوتے تو پہلے پیر کی بیعت کو کیوں پس پشت ڈالتے اگر اس کے آگے سر تسلیم خم کرتے اس کی ہاں میں کیوں ہاں ملاتے اس کے فدائی کیوں بنتے اس کے پیروں کے نیچے کی خاک کو سر پر کیوں ترجیح دیتے! اس حسین مہ جبیں کے حُسن نے ہمارے دل کو ایسا مسخر کر لیا ہے کہ بس کچھ نہ پوچھو دل من داند و من دانم و داند دل من۔ پہلے تو ہم کو تعجب آتا تھا اور بعض دفعہ ہم بحر حیرت کے غواص بن جایا کرتے کہ یوسف علیہ السلام کے حسن میں کیا ملاحت تھی کہ حسن نے زلیخا کو ایسا لٹو کر دیا تھا کہ جس کی خاطر جناب جامی علیہ الرحمۃ کو اتنی بڑی کتاب لکھنے کا ناگوار بوجھ برداشت کرنا پڑا۔ مگر اب پتہ لگا کہ ایسا ہوتا ہے اور دل بے قابو ہو جایا کرتے ہیں پیاری نگاہیں تیغ تیز کا کام کر جاتی ہیں سینے گھایل کر دیتی ہیں متوالا کر دیتی ہیں بلکہ یوں سمجھئے کہ والا و شیدا کر دیتی ہیں لٹو کر دیتی ہیں غرض کہ کیا بتلاؤں کہ کیا کر دیتی ہیں اس دل پر ہی کوئی کاری حربہ چل جاتا ہے لوہے کو کھینچنے والا مقناطیس تو دیکھا ہی ہوگا کشش ثقل کے تماشے دیکھے ہی ہوں گے اگر نہ دیکھے ہوں یا خیال نہ کیا ہو تو کسی چیز کو اوپر پھینک کر دیکھ لو کہ زمین کیسے نیچے کو کھینچ لیتی ہے۔ خیر یہ تو وہ نظارہ ہوتا ہے کہ جسکو آنکھیں ٹک ٹک دیکھتی ہیں پھر یہاں دل کے ساتھ جو بیتتی ہے وہ وہی حضرت جانتے ہیں یا وہ جس کا سینہ ان حضرات کے لئے بمنزلہ جیل خانہ ہے مگر یہ ایسے تو ہرگز بھولے میاں نہیں ہیں کہ بن دیکھے ہی لٹو ہو جاویں یا بغیر کسی قسم کے نشے پینے کے متوالے ہو جاویں۔ یہ تو سچ ہے کہ دنیا میں نشے کئی قسم کے رائج ہیں۔ اور اُن کے پینے والے بھی ایک قسم کی لذت و سرور کو پاتے ہیں جس کا چسکا اُن کو جب لگ جاتا ہے تو اُن کی حالت بدتر از موت ہو جاتی ہے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ شرابی کا جگر بڑھ جاتا ہے خیر یہ تو ہوئے نہ اندر کی کیفیت باہر کی کیفیت اس سے بھی بدتر خیال کر لیجیئے گویا کہ یوں سمجھ لیجیئے کہ ذیل کا شعر مادی شرابیوں کی شان کے شایاں ہی ہے ؎ از بروں چوں گور کافر پُر حلل ۔ و اندروں قہر خدائے عز و جل ؛ ایک تو نشے باز ہو گیا یہ جو اوپر مذکور ہو چکے دوسرے نشے باز وہ ہوتے ہیں کہ جو خدا کے نبی کے ہاتھ کا جام پیتے ہیں ان میں اور ان میں بڑا فرق ہے یعنے زمین و آسمان کا۔ مادی نشہ دنیا پرستی کی طرف مائل کرتا ہے مگر روحانی نشہ خدا پرستی یا خدا کی لو لگا دیتا ہے۔ اسی نشے کا اثر تھا کہ سیدنا ابو بکر علیہ السلام نے ایک کمبل رکھ لیا اور سب راہ خدا میں دیدیا تھا در اصل اُس کے دل میں کیا بلکہ رگ رگ میں محبت الٰہی بھر گئی تھی جس نے اُس کو ایسا از خود رفتہ کر دیا تھا کہ اُس پیارے کی راہ میں سب کچھ دیدینا بھی ایک سہل سی بات تھی مگر نتیجہ جانتے ہو کیا ہوا کیا حضرت ابو بکرؓ اُن نشہ بازوں کی طرح خراب و خستہ ذلیل ہوئے جو مادی نشہ کے پیار میں زر کو لٹاتے ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں بلکہ جتنا دیا تھا اُس سے کئی گنا زیادہ اُس کو دیا گیا میاں! یوں کیوں نہیں کہدیتے کہ سب سے پہلے وہی اس لائق بنایا گیا کہ لوگ اُس کے آگے جا کر ہاتھ پھیلا دیں کہ یا خلیفۃ اللہ ہم تیری خلافت پر ایمان لاتے ہیں۔ تو ہماری بیعت قبول فرما۔ ہم جب ان دونوں نظاروں کا سماں آنکھوں کے سامنے لاتے ہیں یعنے ایک وہ وقت جبکہ ابو بکرؓ نے کمبل اوڑھ لیا اور سب کچھ خدا کے پیارے کے آگے لا کر رکھ دیا اور دوسرا وہ وقت کہ جب ابو بکرؓ خلیفۃ اللہ بنا کر کرسی صدارت پر بصد عزت و شان بٹھائے گئے اور جوق در جوق لوگ اُن سے بیعت کرنے لگے تو اُس وقت ہمارا دل رقت سے بھر جاتا ہے کہ اللہ! اللہ!! یہ کیا بات ہے؟ کیا تیری محبت میں ایسی ہی کشش ہے؟ ہے اور ضرور ہے صحابہ کا راہ خدا میں دین اسلام کی حفاظت کی خاطر جانیں دینا اور اپنے خون کو پانی کی طرح بہانا یہی وہ کشش تھی یا یہی وہ نظارہ تھا جو خدا اپنے ایک نبی میں ودیعت کرتا ہے آنحضرت صلعم کا مبارک زمانہ اور صحابہ کرامؓ جیسے پاک نمونے تو ہیں ہی لائق غور و قابل عمل در آمد مگر ہمارے اس زمانے میں آنحضرت صلعم کی قوت قدسی نے اثر ہم کو بھی کچھ نہ کچھ دکھلا کے ہی چھوڑا۔ پیارے عبد الرحمٰنؓ اور حضرت عبد اللطیفؓ جیسے بہادر دل

کا ایمان پر جان کو قربان کر دینا کیا کچھ کم لایق غور ہے ہماری سمجھ میں تو صحابہ کا ایمان کی خاطر جانوں کو قربان کرنا ان دونوں بزرگوں شہیدوں کا نمونہ دیکھکر ایسا آگیا ہے کہ گویا یقین سے دل پُر ہو گیا ہے۔

شاید ناظرین خیال کریں کہ ہم لکھنے کو تو کچھ بیٹھے تھے اور لکھنے کچھ لگے لیکن اگر غور سے کام لینگے تو ہم کو نفس مضمون سے باہر ہرگز نہ پاوینگے۔ مگر ہم نہیں چاہتے کہ وہ اپنے ایک بھائی کی طرف سے کچھ اور خیال کریں اس لئے ہم پہلے مضمون کی طرف رجوع کر کے عرض پرداز ہیں کہ مہربان من! ہم بغیر دیکھے یا سمجھے تو ہرگز ہرگز متوالے اور بے تابو نہیں ہو گئے بلکہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ اتنا ذرا سا نہیں کہ میاں الحکم کے کالم اُس کو نبھا سکیں۔ اجی! یوں کیوں نہیں کہدیتے لکھے چوڑے الفاظوں سے کیوں ناظرین کا دماغ چاٹتے ہو؟ کہ وہ ایک دریا ہے اور دریا بھی کیسا؟ ناپیداکنار جیسے بحر زخار بھی سمجھ لو۔

پیارے ناظرین! کیا تمہارے دل اس بات کو قبول کرتے ہیں یا آپ کو جرأت ہو سکتی ہے کہ بیان کر دکہ یہ ایک کوزے میں بند ہو جاویگا؟ ہرگز ہرگز نہیں!!

پھر کیا کریں؟ کیا سنائیں؟ چھوٹا منہ بڑی بات! اخبار کے کالم ناکافی اور خیر سے علم ہیں گھاٹا۔ اچھا! پہلے ایک بات تو سُن لو! جو اس مضمون کی اصل محرک ہے قاضی ثناء اللہ صاحب جو کہ اب ہمارے پیارے بھائی ہیں۔ اُن کے بیعت کرنے پر ہمارے محکمہ میں وہ سوال جسکو ہم نے عنوان مضمون ہذا میں ظاہر کیا ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ ہر طرف سے یہی ندائیں آتی ہیں پہلے تو گاہ بگاہ ہم سے ہی ہمارے نامہربان دوست یہ سوال کیا کرتے تھے مگر اب قاضی صاحب کے پیچھے یہ حضرات لگ گئے ہیں مگر مشکل تو یہ درپیش ہے کہ صرف آدھے گھنٹے کی چھٹی ملتی ہے جس میں کہ نماز ظہر بھی بڑی مشکل سے ادا ہوتی ہے کہاں سے ایسی فرصت لاویں جو ان حضرات کو سمجھاویں کہ جن کو مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہونا اسلام سے خارج ہونا نظر آتا ہے اس سوال کو سُن سُن کر تھک گئے اور ہماری غیرت و حمیت نے ہم کو جوش دلایا کہ ہم اسپر کچھ عرض کر دیں کہ ہم نے مسیح موعود ع کو کیا دیکھکر قبول کیا؟

اس سوال کا جواب اگرچہ کسی قدر سہل ہے تو مشکل بھی ضرور ہے سہل اس طرح پر کہ اگر ہم حضرت موعود علیہ السلام کے اُن نشانات میں سے جو حضور پُر نور نے خود نیز اپنی تصنیف کردہ کتابوں مثل تریاق قلوب حقیقۃ الوحی میں درج کئے ہیں اُن میں سے لیکر ہی نقل کر دیں تو ایک حقیقت شناس منصف مزاج کو بغیر تسلیم کے چارہ نہیں ہو سکتا بشرطیکہ کچھ خوف خدا بھی رکھتا ہو اور دوسرے راست بازوں کو کسی معیار کے ذریعہ قبول کیا ہو

نہ کہ بھیڑ چال طریقہ پر یا مسلمانوں کے ہاں پیدا ہونے سے لگے مسلمان کہلانے ورنہ خبر نہیں کہ مسلمانی ہوتی کیا ہے۔ اور مشکل اس طرح پر کہ نشانات تو اس قدر دیکھتے ہیں کہ اُن کی گنتی کرنی نہایت مشکل کام ہے ایک ہو تو گنا جاوے دو ہوں تو گنیں جیسے خدا کی مخلوق کی گنتی کرنی مشکل ہے ایسے ہی اُس کے نشانات قدرت کا حساب کرنا یا اُن کو ضبط تحریر میں لانا ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس کی ادنےٰ مثال یہی خیال کر لی جاوے کہ ہمارے سلسلے کے اخبارات ظاہر کرتے ہیں جو امر واقع ہے کہ حضرت اقدس پر چار لاکھ خدا کے بندوں میں سے ایمان لائے ہیں اب چار لاکھ نشان تو یہی ہو گئے اس کے علاوہ اور جس قدر نشانات ہیں اُن کی گنتی کا حساب کتاب ابھی الگ ہے۔

پس یہ بات تو مشکل نظر آتی ہے۔ اب کیا کریں؟ آؤ! ایک اور بات کریں۔ وہ کیا؟ وہ یہ کہ اُس اسلام کی جو ان پُرانے مسلمانوں کے پاس ہے جس کے ہم پہلے قائل تھے اور اس پیارے اسلام کی جو میرزا صاحب کے ذریعہ ہر ایک قسم کے گرد و غبار سے صاف کیا گیا ہے ایک مختصر سی تصویر اس صفحۂ قرطاس پر کھینچیں جس سے یقین ہے کہ یہ سوال ایسے طور پر حل ہو سکے گا کہ جبکہ کسی مخالف و معاند کو نکتہ چینی کرنے کا کم حوصلہ ہو سکے گا کیونکہ یہ مثل تو مشہور ہی ہے کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ پس اس طرح پر صاف ظاہر ہو جاویگا کہ اسلام کسکو چاہتا ہے اور کس کے پاس رہنے سے اُس کی عزت دوبالا ہوتی ہے کس کے پاس رہنے سے اُس کے اور اُس کے پیارے بانی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ اُس کے جان نثاروں کی ہے جنھوں نے اپنے خونوں کے ذریعہ اسلام ہاں پیارے اسلام کی زمین کو سیراب کیا تھا توہین ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میرزا صاحب کے دعوے کا دار و مدار آکر آخر کار اسی مرکز پر ٹھیرتا ہے کہ یہ تمام اسلام کی صداقت کا زندہ ثبوت ہے اور کہ اسلام میں یہ طاقت موجود ہے کہ اُس کی پیروی کرنے سے اُس کا ایک سچا پیرو وحی و الہام سے مشرف کیا جاتا ہے وہ مرجع خلائق بنایا جاتا ہے وہ تمام صداقتوں اور صادقوں کی صداقت کا ثبوت دیتا ہے۔ پس کیوں نہ ہم اس پہلو کو اختیار کریں جو کہ اصل الاصول ہے اور نتیجہ خیز پہلو ہے اور یہ ظاہر ہی ہے کہ ایسے مذہب میں رہنا یا اُس کے شنا و گو رہنا جو دوسروں سے مابہ الامتیاز خوبی نہ تو تائیدات سماوی کے لحاظ سے رکھتا ہو اور نہ خرق عادات معجزات سے یعنے اُس کی پیروی کرنے سے وہ باتیں حاصل نہ ہو سکیں جو کہ منزل مقصود ہے یعنے لقائے الٰہی و وصال الٰہی۔ ایسے مذاہب در اصل ایک ہی قبیل کے چٹے بٹے ہیں مثلاً آریوں کا عقیدہ ہے کہ ایک وقت خاص میں وید مقدس بذریعہ اگنی وایو۔ ادت۔ انگرہ کے نازل ہوئے ہیں اور اس کے

بعد نہ تو الہام الٰہی کی ضرورت رہے اور نہ پرمیشر نے کسی اور منش جاتی کو اپنے اس گیان کا اوپدیش کیا۔ اب جب محقق آدمی تحقیقات کی دوربین لگا کر چاہتا ہے کہ ان چاروں حضرات کی سوانح عمری دیکھیں کہ کیسے ان حضرات پر پرمیشر نے کرپا کر کے اپنے گیان کا اُپدیش کیا تاکہ اگر ممکن ہو سکے تو وہی طریقہ اختیار کیا جاوے کہ جس سے ہم پرمیشر کے ایسے درشن سے مشرف ہو سکیں جیسے اگنی وایو ادت انگرہ مہاراج ہوئے۔ کیونکہ ہمارا اصل مقصود تو پرمیشر کو خوش کرنا اور اُس کی آگیا پالن کرنے کا ہے مگر دنیا میں ان مہاراجوں مہاپرشوں کی جیون چرتر (سوانح عمری) کا کوئی پھٹا پرانا بوسیدہ ورق بھی نہیں ملتا کہ جس سے ہمارے لئے کوئی مفید سبق اس مارگ (راہ) کا حاصل ہو سکے جس مارگ پر چل کر وے چاروں مہاراج کامیاب ہوئے۔ اس لئے ہمارے واسطے بڑی مشکل ہے کہ ہم کس طرح ویدوں کو پرمیشر سے آئے ہوئے مانیں جس حالت میں کہ ہمارے واسطے کوئی ایسا تحقیقات کا ذریعہ نہیں اور نہ کوئی ایسا محقق ویدک تعلیم پر عملدرآمد کرنے والا اُوتپن ہوا ہے کہ جو اس راہ میں ہمارے لئے تسلی کا موجب ہو سکے یعنے ویدوں کی پیروی کرنے سے کم سے کم پرمیشر نے یہ تو اُس کو خبر دیدی ہو کہ ہے منش! ہم تیری اوپاسنا اور اوستتی کرنے سے راضی ہوئے ہیں یا تو نے ہمارے بھیجے ہوئے ویدوں پر ٹھیک عمل کیا ہے اور کہ بیشک وید ہمارے ہی بھیجے ہوئے ہیں جس کی صداقت کا یہ ثبوت ہے کہ ہم نے تجھکو اپنی خوشنودی کی خوشخبری سنا دی اس میں شک نہیں کہ اگر پرمیشر جی مہاراج ویدک آگیا پالن کرنے والے کو اس قدر خبر دیدیں تو اُن کا ہرج تو ہرگز ہرگز نہیں بلکہ منش جاتی کے تران کا ایک خاص ذریعہ ہے مگر کہیں کس سے اور سمجھائیں کس کو یہاں تو یہ حالت ہے کہ سوائے ایک وقت خاص کے اور کبھی بھی پرمیشر کو بولنے یا گیان کرنے کی ضرورت ہیش ہی نہیں آئی بس بتلائیے کہ ایسے مذہب سے کسی فائدہ کی کیا امید ہو سکتی ہے ہم پرمیشر کی اوستتی اور اوپاسنا کیوں کریں جبکہ ہمارے پاس یہ علم بھی نہیں کہ وہ ہے بھی کہ نہیں وجہ یہ کہ اوستتی کرنا نہ کرنا بالکل بے سود ہے اوستتی اور اوپاسنا کرنے سے نہ تو وہ ہم کو اپنے گیان سے مشرف کریگا اور نہ اپنے وجود کا پتہ دیگا اور نہ ویدوں کی صداقت کا کوئی ثبوت دیگا بس تبلائیے کہ ایک محقق کے لئے اس مذہب میں کیسی کچھ مشکلات کے سیاہ پہاڑ سد راہ ہو رہے ہیں جس سے وہ سخت ناکام و نامراد ہو سکتا ہے۔ رہا عیسائی مذہب وہ تو کمال کو ہی پہنچا ہے اُس میں نہ تو معرفت الٰہی کی ضرورت ہے اور نہ بائبل کے کلام الٰہی کے پڑھنے کی کچھ ضرورت بجز

بلکہ وہاں ایسی عمدہ تدبیر بتلائی ہے کہ جس سے انسانی ہستی جو نفع پسند واقع ہوئے بہت سا فایدہ حاصل کرسکتی ہے یعنے اُس میں بالکل آزادی دیدی گئی ہے ایک کے بدلے دوسرے کا پھانسی مل جانا ایک سہل سی بات ہے دُنیا میں کئی مذہب ہیں مگر عیسائیوں جیسا آزاد مذہب شاید کوئی ہی ہوتو ہو " تانی خصم کرے وہ تھا چیٹی بھرے " سنا ہی کرتے تھے مگر اس مذہب نے اس مثال کو خوب واضح کرکے ظاہر کردیا کہ یہ مثل دراصل اس ہی مذہب کے لئے کسی نے گھڑی تھی جو کہ اب اس مذہب کے لئے پیٹینٹ خیال کرنی چاہیئے گناہ سارا جہان کرے۔ مزے سارا جہان لوٹے مگر اُن کے گناہوں کے بدلے پھانسی ملے یسوع کو ہی تو یہ ضرور قابل افسوس کارروائی پہلے تو ہمارے دماغ میں ہی سمائی تھی کہ اسطرح پرادنےٰ قربان ہوتے ہیں اور تجربہ صحیحہ نے اسکے لئے نہ ایک نہ دو بلکہ بے شمار نظیریں پیش کیں تھیں۔ مگر عیسائی مذہب نے نہ صرف ہمارے ہی دماغ میں سمائے ہوئے خیال کی بلکہ یورپ وایشیا وغیرہ کے بڑے بڑے بہادروں جان نثاروں کے جنھوں نے اپنے اپنے بادشاہوں کی خاطر اپنے خون کو پانی کی طرح بہا دیا تردید کرنے کی ٹھانی ہی نہ بلکہ اپنے زعم میں کردی۔ مگر یہ پہلو ہماری یعنے بادشاہوں کی سلطنت قایم رکھنے کی خاطر اُس کی جان نثار فوج کامعہ افسروں کی قربانی دینا تفصیل موجب طول طویل ہے اس لئے ایک محقق کے نزدیک عیسائیوں کی اس حیلے کی دال نہیں گل سکتی جس کو عقل سلیم کے علاوہ تجربہ صحیحہ بھی دھکے دیتا ہے۔ جب یہ امر مسلیم کردہ ہے کہ گناہ ایک زہر ہے یعنے گناہ کے کرنے والا ایک زہر کھانے کا مرتکب ہو جاتا ہے تو پھر یہ زہر کیسے ایک کی کھائی دوسرے کے وجود پر اثر کرسکتی ہے اور زہر کھانے والا بالکل بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ غرض کہ عیسائی مذہب نے بجائے خداشناسی کے سبق پڑھانے کے ایک ایسے پیچ میں ڈالنا چاہا ہے کہ انسانی عقل چکر کھا جاتی ہے ایک طرف تو ایک انسان کو خدا اور خدا کا بچہ ظاہر کیا جاتا ہے دوسری طرف یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کا بچہ سارے جہان کے اگلے اور پچھلے گناہ اپنی گردن پر لاد کر کاٹھ پر لٹکر جان سے جاتا رہا۔ اُس کے اس فعل کو جب توریت سے پرکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ بات بہت ہی بُری کی یعنے اُس نے اپنے خدا کو آزمانے کی ٹھان لی تھی اس لئے وہ بقول عیسائیوں کے صلیب پر مرگیا وجہ یہ کہ جب اُس کو یہ معلوم تھا کہ صلیب پر لٹکنے سے انسان ملعون ہو جاتا ہے اور ملعون کے معنے ہیں راندۂ درگاہ خداوند خدا تو اُس کو مقدس ہو کر ایسا فعل ہی کرنا زیبا نہ تھا۔ کہا جاویگا

اُس نے بنی نوع انسان سے ہمدردی کی اور غمخواری کی اس لئے اُس کی ہمدردانہ اور غمخوار طبیعت اُس نظارہ کو خیال کرکے جبکہ دوزخی دوزخ میں عذاب کے شکنجے میں بے طرح قابو آکر دُکھ اور تکلیف میں مبتلا ہونگے اور اُس تکلیف اور دُکھ سہنے کی ہمت اور طاقت نہ رکھتے ہونگے۔ لاؤ! اُن سارے گناہوں کے بدلے میں ہم ہی دُکھ جھیل لیں تاکہ بنی نوع انسان کو تو سُکھ ملے گو بظاہر یہ ہمدردی اور غمخواری تو نظر آتی ہے مگر معلوم ہوتا ہے ایسا شخص عادت اللہ سے ضرور ناواقف تھا کیونکہ عادت اللہ اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جو بدی کرتا ہے وہی بدی کا خمیازہ بھگتتا ہے یا شاید یہ ہو کہ اُس کو یہ خیال آیا ہو کہ جب میں سارے جہان کے گناہوں کو لاد کر صلیب قبول کرنے کے لئے جاؤنگا تو خداوند خدا کو جو رحیم کل ہے میری اس حالت اور ہمدردی پر رحم آجاویگا اور وہ اس طرح یہ غریب مخلوق کو اپنے عذاب کی گرفت سے چھوڑ دیگا۔ اگرچہ یہ خیال اُس کا ایک حد تک ٹھیک نہ ہو مگر ہمارے نزدیک یسوع کی خود زندگی کے بعض واقعات کے صریحاً یہ بات خلاف ہے۔ خیال کرو! کہ جب اُس کو شیطان نے پہاڑ سے نیچے کودنے کو کہا تھا اور کہا تھا کہ اگر تو خدا کا سچ مچ بیٹا ہے تو وہ تیرے لئے اپنے فرشتے تعینات کردیگا جو تجھکو ہر ایک آفت سے بچا لینگے مگر اس کے جواب میں میاں مرحوم یسوع نے یہی کہا تھا کہ دور ہو اے شیطان! کیونکہ یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو آزمامت۔ پس اگر یسوع اس صورت میں لوگوں کے گناہ لیکر گئے تو یہ اُنھوں نے بالکل اچھا کام نہیں کیا اور جب یہ کام کیا ہی تھا یا بالفرض محال لوگوں کے گناہوں کے عوض میں کفارہ ہی ہونے کی خاطر صلیب کی موت قبول کی تھی تو پھر جان پر سختی آنے سے یا کیلوں کے ہاتھوں پیروں پر ٹھوکے جانے کے درد سے بلبلا اُٹھنا اور ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ اُٹھنا ہرگز ہرگز زیبا نہ تھا۔ پس بتلایئے کہ اس مذہب میں کسی کے لئے لقائے الٰہی ووصال الٰہی کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے؟ اور کہ وہ کسی دوسرے مذہب سے کیا خوبی رکھتا ہے اگر انسان کو ہی خدا ماننا تھا تو سری رام چندر جی اور سری کرشن جی جیسے بہادروں نبرد آزماؤں فاتح و مظفر انسانوں کو ماننا ہی زیبا تھا نہ کہ ایسے کو جس نے اپنی بہادری کا کوئی ثبوت دینا اور اہل دنیا کے آگے پیش نہ کیا اور یہ ظاہر ہے کہ خرق عادت معجزات اور تائیدات سماوی کا ثبوت اس لئے ہوتا ہے کہ ایک تو صادق انسان کی صداقت ثابت ہو دوسرے انسانوں پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو کہ زندہ اور عالم الغیب خدا موجود ہے جو کہ ہمارے ہر ایک فعل کو دیکھتا ہے پس وہ فعل اختیار کیا جاوے جو محض اُس کی رضامندی کا ذریعہ ہووے مگر جس مذہب کا یہ عقیدہ ہو کہ صرف اسبات پر ایمان لانے سے کہ خدا نے ایک کنواری کے بطن سے ایک لڑکا پیدا کیا جس کو اپنا فرزند بنایا اور سارے جہان کے گناہ اُس بچے نے اپنے پہلے کر آپ صلیب قبول کرکے عام جہان کو پاک کردیا ایسے عقیدہ کے لئے نہ تو کسی خرق عادت نشان کی ضرورت ہے اور نہ تائیدات سماوی کی اور تجربہ صحیحہ تو اس کو ایسے دھکے دیتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ لہذا کسی محقق کا عیسائے مذہب سے تو کچھ بھی فایدہ نہیں ہوسکتا اور نہ وہ اسیر خوش ہوسکتا ہے کیونکہ دوسرے مذاہب سے بابہ الامتیاز کچھ بھی نہیں ہے جیسے کہ اور انسان پرستوں نے انسانوں کو خدا بنایا ہے ایسے ہی عیسائی مذہب نے اُن کی ریس کرکے ایک انسان کو خدا بنایا ہے۔ باقی آیندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ خاکسار محمد حسین از دارالامان قادیان

ضروری اطلاع

کُل روپیہ ہر قسم کا جو صدر انجمن احمدیہ کے لئے بھیجا جائے خواہ میگزین کا ہو یا مدرسہ کا یا مقبرہ کا یا مساکین و یتامی کا یا زکوٰۃ کا وغیرہ وغیرہ وہ سب اس پتہ پر آیا کرے

محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان

اور ہر ایک رقم کی رسید دیجاویگی۔ اگر کسی صاحب فرستندہ کو رسید نہ پہنچے تو وہ دفتر محاسب سے خط و کتابت کرکے دریافت کرلیا کریں اور اس معاملہ میں سُستی نہ کیجاویگی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا۔